

چکا ہوں۔ یہاں تھا راجو کام نخواہ کیا جا چکا ہے۔ راس طرح لوگوں کو واپس لے گیا، یعنی دن کے شروع میں تو پڑھا اکر رہا تھا اور آخر میں پاس بان بن گیا۔ ۲۷

۵۔ راستے میں نبی ﷺ کو بڑیہ آئکی ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور فرشتے نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا اسی کے لائیج میں نبی ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تھے؛ لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی تو نقد دل دے بلیٹھے اور اپنی قوم کے شراؤدمیوں سیست و ہیں مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ ل جس کا سفید پھر ریا ہوا میں لہرتا اور بشارت سننا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دُنیا کو عدالت و انصاف سے بھر پور کرتے والا تشریف لازما ہے۔ ۲۸

۶۔ راستے میں نبی ﷺ کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ملے۔ مسلمانوں کے ایک تجارت پیشہ گروہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سفید پارچہ جات پیش کئے۔ ۲۹

قبا میں تشریف آوری | دشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ نبوت یعنی سنه بھری مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۸۷ء کو رسول اللہ ﷺ قباریں دار ہوئے ہیں
حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانین مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی رو انگلی کی خبر سن لی تھی اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حڑہ کی طرف نکل جاتے اور آپ کی راہ تک نہ رہتے۔ جب دوپہر کو ہوپ سخت ہو جاتی تو واپس چلتے آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیکے پر کچھ دیکھنے کے لیے پڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء سفید کپڑوں میں مبوس۔ جس سے چاندنی چھٹک رہی تھی۔ تشریف لارہے ہیں۔ اس نے بخوبی کرنہایت بلند آواز سے کہا: ”عرب کے لوگو! یہ رہا تھا رانصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔“ یہ سنتے ہی مسلمان تھیاروں کی طرف دوڑ رہا۔

۲۷ رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۰۔ اس دن نبی ﷺ کی عبیریکی کی بیشی کے طبیک ترپن سال ہوئی تھی اور جو لوگ آپ کی نبوت کا آغاز ۹ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ عالمیل سے مانتے ہیں انکے قول کے مطابق آپ کی نبوت پڑھیکی تیرہ سال پولے ہوئے تھے۔ البتہ جو لوگ آپ کی نبوت کا آغاز رمضان ۱۴۰۸ھ میل سے مانتے ہیں ان کے قول کے مطابق بارہ سال پانچ ہمینہ اٹھا رون یا یا میں دن ہوئے تھے۔

پڑے۔ اللہ را اور ہتھیار سچ دھج کر استقبال کے لیے امنڈ پڑے)

ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی بنی عزُوں بن غوف رساناں قباد میں شور بیلند ہموا اور تکبیر سُنی گئی۔ مسلمان آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں نصرت تکبیر بیلند کرتے ہوتے استقبال کے نیز بکل پڑے۔ پھر آپ ﷺ سے مل کر تجھیہ نبوت پیش کیا اور گرد و پیش پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ پر سکینت چھائی ہوئی تھی۔ اور یہ وحی نازل ہو رہی تھی۔

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُلِّكُكَةُ بَعْدَ

ذَلِكَ حَطِهِرٌ ۝ (۲:۶۶)

”اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے آپ کے مددگار ہیں یہ ۳۳

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں سے ملنے کے بعد آپ ان کے ساتھ داہمی جانب مرٹے اور بنی عزُوں غوف میں تشریف لاتے۔ یہ دو شنبیہ کادن اور زینع الاول کا جمیں تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آنے والوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا خداہ چپ چاپ بلیٹھے تھے۔ انصار کے جو لوگ آتے، جہنوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا خداہ سیدھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آگئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چادر تان کر آپ ﷺ پر سایہ کیا تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ۳۴

آپ ﷺ کے استقبال اور دیدار کے لیے سارا مدینہ امنڈ پر انخاستہ ایک تاریخی دن تھا جس کی نظر سرزینِ مدینہ نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ آج یہود نے بھی حقوق نبی کی اس بشارت کا مطلب دیکھ لیا تھا ”کہ اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔“ ۳۵ لگتے رسول اللہ ﷺ نے قباد میں کلتوں میں ہدم — اور کہا جاتا ہے کہ شہدین خیشم — کے مکان میں قیام فرمایا — پہلا قول زیادہ توی ہے۔

ادھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہ میں تین روز بھر کر اور لوگوں کی جواناتیں

۳۳ صیحہ بنجری ۱/۵۵۵ ۳۴ زاد الحاد ۲/۵۴ ۳۵ صیحہ بنجری ۱/۵۵۵

۳۶ کتاب بابل، صحیفہ حقوق ۳، ۳

رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں انہیں ادا کر کے پیدل ہی مدینہ کا رخ کیا اور قبایل میں رسول اللہ ﷺ سے آٹے اور کلثوم بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا۔^{۳۵}

رسول اللہ ﷺ نے قبایل میں کل چار دن لئے روشنبہ، منگل، بدو، جمعرات) یاد سے زیادہ دن یا پہنچ اور رو انگی کے علاوہ ۲۲ دن قیام فرمایا اور اسی دوران مسجد قبایل بنیاد رکھی اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ پانچویں دن ریا بارہویں دن یا چھبوسویں دن (جمعہ کو) آپ حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ردیف تھے۔ آپ نے بنو النجار کو۔ جو آپ ﷺ کے ماموؤں کا قبیلہ تھا۔ طلاق بحیث دی تھی۔ چنانچہ وہ تواریں حمال کئے حاضر تھے۔ آپ نے ران کی معیت میں (مدینہ کا رخ کیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگی۔ آپ نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے۔ کل ایک سو آدمی تھے۔^{۳۶}

مدینہ میں داخلہ | جمعہ کے بعد نبی ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اور اسی دن اس شہر کا نام شیر کے بجائے مدینۃ الرسول۔ شہر رسول۔ ﷺ پڑھیا جسے مختصر مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت تباشک تاریخی دن تھا۔ گلی کوچے تقدیس و تحریک کلات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بھیان خوشی و مسرت سے ان اشعار کے نغمے بکھیر رہی تھیں۔^{۳۷}

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ شَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
”ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب پھوٹھوں کا چاند ہے ہم پر چسٹھا

۳۵ زاد المعاد ۲/۱۰۵۔ ابن ہشام ۱/۴۹۳۔ رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۲۔

۳۶ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ دیکھئے ابن ہشام ۱/۴۹۲۔ اسی کو علامہ منصور پوری نے اختیار کیا ہے۔ دیکھئے رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۲۔ لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قبایل میں ۲۲ رات قیام فرمایا (۱/۴۹۰) مگر ایک اور روایت میں دس رات سے پہلہ روز زیادہ را (۵/۵۵) اور ایک تیسرا روایت میں پہلا دن رات (۱/۵۶۰) بتایا گیا ہے۔ ابن قیم نے اسی آفری روایت کو اختیار کیا ہے مگر ابن قیم نے خود تصریح کی ہے کہ آپ قبایل میں دوشنبہ کو پہنچتے ہیں۔ اب قیم نے اسی آفری روایت کو اختیار کیا ہے مگر ابن قیم نے خود تصریح کی ہے کہ دوشنبہ اور جمعہ والا گلہ تھے اور وہاں سے جمعہ کو روانہ ہوتے تھے۔ زاد المعاد ۲/۵۲، ۵۳، ۵۵ اور معلوم ہے کہ دوشنبہ اور جمعہ والا گلہ ہفتتوں کا لیا جائے تو پہنچ اور رو انگی کا دن چھوڑ کر کل مدت دس دن ہوتی ہے اور پہنچ اور رو انگی کا دن شامل کر کے ۱۲ دن ہوتی ہے اس لیے کل مدت پہلا دن کیسے ہو سکے گی۔

۳۷ صحیح بخاری ۱/۵۵۵، ۵۶۰۔ زاد المعاد ۲/۵۵۔ ابن ہشام ۱/۴۹۲۔ رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۲۔

۳۸ اشعار کا یہ ترجمہ علامہ منصور پوریؒ نے کیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ اشعار (باتی لگنے صورہ)

وَجَبَ الشُّكُرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا اللَّهُ دَاعِ
 کیا عملہ دین اور تعییم ہے شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
 آئُھَا الْمَبُوْثُ فَقِيْنَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَابِعِ
 ہے اطاعت فرض تیریکے حکم کی بیکھنے والا ہے تیرا کبریا^{۳۸}
 انصار اگرچہ بڑے دولت مندر تھے لیکن ہر ایک کو یہی آرز و تھی کہ رسول اللہ ﷺ
 اس کے یہاں قیام فرمائیں؛ چنانچہ آپ ﷺ انصار کے حبس مکان یا محلت سے گزرتے وہاں
 کے لوگ آپ کی اونٹی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور تھیار و خانہ لٹ فرش راہ
 ہیں تشریف لایتے؛ مگر آپ ﷺ فرماتے کہ اونٹی کی راہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے نامور
 ہے۔ چنانچہ اونٹی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر یعنی کوئی نہیں کیا تھا جہاں آج مسجد بنوئی ہے؛ لیکن آپ
 ﷺ یونچ نہیں اترے یہاں تک کہ وہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی، پھر مرٹ کر دیکھنے کے بعد ملٹ
 آئی اور اپنی پہلی جگہ بلیڈ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ یونچ تشریف لاتے۔ یہ آپ کے نہیاں
 والوں یعنی بنو نجاشیہ کا محلہ تھا اور یہ اونٹی کے لیے محض توفیق الہی تھی کیونکہ آپ ﷺ نہیاں تھیاں
 میں قیام فرماؤ کر ان کی عزت افرادی کرنا پڑتا تھا۔ اب بنو نجاشیہ کے لوگوں نے اپنے گھر لے
 جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے عرض معروض شروع کی لیکن ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ
 نے پیک کر کجا وہ اٹھایا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ فرانے لگے
 آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ ادھر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آگرا اونٹی کی نکیل
 پکڑ لی۔ چنانچہ یہ اونٹی انہیں کے پاس رہی۔^{۳۹}

صیح بنجاشی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی ﷺ نے فرمایا: "ہمارے
 کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟" حضرت ابوالیوب انصاری رضی نے کہا: میرا اے اللہ کے رسول! یہ رہا
 میرا مکان اور یہ رہا میرا دروازہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ!" اور ہمارے لیے قیوولہ کی گنج تیار

لیقہ زوٹ گوشہ صفر، تبوک سے نبی ﷺ کی واپسی پر پڑھے گئے تھے اور جو یہ کہتا ہے کہ مدینہ میں
 آپ ﷺ کے داخلے کے موقع پر پڑھے گئے تھے اسے وہم ہوا ہے زاد المعاوٰد ۱۰/۳) لیکن
 علامہ ابن قیم نے اس کے وہم ہوتے کی کوئی تشفی بخش دلیل نہیں دی ہے۔ ان کے بخلاف علامہ مصوّر پوری
 نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس عمارت میں داخلے کے وقت پڑھے گئے اور ان کے پاس اس کے ناقابل
 تردید ولائل بھی ہیں۔ دیکھنے رحمۃ للحامین ۱/۷۶۔ رحمۃ للحامین ۱/۵۵۔ زاد المعاوٰد ۲/۵۵۔ رحمۃ للحامین ۱/۱۰۶

کر دو۔ انہوں نے عرض کیا اپنے دونوں حضرات تشریف لے چکیں اللہ برکت دے بنئے
 چند دن بعد آپ ﷺ کی زوجہ مترمہ ام المؤمنین حضرت سُوْدَه رضی اللہ عنہا اور آپ
 کی دونوں صاحجزادیاں حضرت فاطمہ اور امام کلثومؑ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور امام ایمنؓ مجھی گئیں۔ ان
 سب کو حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آں ابی بکر کے ساتھ جن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں لے کر
 آئے تھے ؟ البتہ بنی ﷺ کی ایک صاحجزادی حضرت زینبؓ، حضرت ابو العاصؓ کے پاس
 باقی رہ گئیں۔ انہوں نے آئے نہیں دیا اور وہ جنگ بدر کے بعد تشریف لا سکیں۔ اللہ
 حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت
 ابو بکرؓ اور حضرت بلاںؓ کو سخار آگیا۔ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ۔ ابًا جان
 آپ کا کیا حال ہے؟ اور اے بلاں! آپ کا کیا حال ہے؟ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ
 کو سخار آتا تو یہ شرپڑھتے!

كُلُّ امْرِيٍّ مُصَبِّحٌ فَتُ أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْقَى مِنْ شِرَاكٍ لَعْلِهِ
 ”ہر آدمی سے اسکے اہل کے اندر صحیح نیز کہا جاتا ہے حالانکہ موت اسکے جو تے کے تسلی سے بھی زیادہ قریب ہے۔“
 اور حضرت بلاںؓ رضی اللہ عنہ کی حالت کو سنبھلتی تو وہ اپنی کربنال آواز بلند کرتے اور کہتے ہیں

اللیت شعری هل ابیتن لیلۃ بود و حولی اذ خر و جلیل
 و هل اردن بیوما میاہ مجنتہ و هل یبدون لی شامۃ و طفیل
 ”کاش میں جانتا کہ کوئی رات دادی رکھے، میں گزار سکوں گا اور میرے گرد اذ خر اور جلیل (الہاس) ہوں گی۔ اور کیا کسی دن مجنتے کے چشمے پر وارد ہو سکوں گا اور مجھے شامۃ اور طفیل (ریہاڑ) دھلانی پڑیں گے۔“
 حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محظوظ کر دے جیسے کہ محظوظ تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضائل صحبت نخش بنا دے اور اس کے صارع اور مدد رغٹے کے پیمانوں میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے تحفہ پہنچا دے۔ اللہ نے آپ ﷺ کی دعا سن لی اور حالات بدلتے گئے۔

یہاں تک حیات طیبہ کی ایک قسم اور اسلامی دعوت کا ایک دور (یعنی کمی دور) پورا ہو جاتا ہے۔

مدنی زندگی

مدنی عہد کو تین مرحلوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ پہلا مرحلہ جس میں فتنہ اور اضطرابات برپا کئے گئے اندر سے رکاوٹیں کھڑی گئیں اور باہر سے دشمنوں نے مدینہ کو صفویہ ہستی سے مٹانے کے لیے چھڑایاں کیں۔ یہ حربہ صلح **حمدلیلیلہ ذی قعدہ** پر ختم ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ دوسرا مرحلہ جس میں بُت پرست قیادت کے ماتحت صلح ہوتی فتح مکہ رمضان **حجه پر** منتہی ہوتا ہے یہی مرحلہ شاہانِ عالم کو دعوت دین پیش کرنے کا بھی مرحلہ ہے۔
- ۳۔ تیسرا مرحلہ جس میں خلقت اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوتی یہی مرحلہ مدینہ میں قوموں اور قبیلوں کے وفاد کی آمد کا بھی مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے اخیر یعنی بیتِ الاول **اللہ تک** محیط ہے۔

پہلا مرحلہ:

بھرت کے وقت مدینہ کے حالا

بھرت کا مطلب صرف یہی نہیں تھا کہ فتنہ اور تحریر کا نشانہ بننے سے بنجات حاصل کر لی جائے بلکہ اس میں یہ فہروم بھی شامل تھا کہ ایک پُرانی علاقتے کے اندر ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں تعاون کیا جائے۔ اسی لیے ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض فزار پایا تھا کہ اس وطن جدید کی تغیریں حصہ لے اور اس کی بخشش، خناقت اور رفتہ شان میں اپنی کوشش صرف کرے۔

یہ بات تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس معاشرے کی تشکیل کے امام، قائد اور رہنماء تھے اور کسی نزاع کے بغیر سارے معاملات کی باگ ڈور آپ ﷺ کے ہاتھیں تھیں۔ مدینے میں رسول اللہ ﷺ کوئی طرح کی قوموں سے سابقہ درپیش تھا جن میں سے ہر ایک کے حالات دوسرے سے بالکل جدا ہائے تھے اور ہر ایک قوم کے تعلق سے کچھ خصوصی مسائل تھے جو دوسری قوموں کے مسائل سے مختلف تھے۔ یہ قیوں اقوام حبیب ذیل ہیں:

- ۱۔ آپ ﷺ کے پابراز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی منتخب اور ممتاز جماعت۔
- ۲۔ مدینے کے قدیم اور اصلی قبائل سے تعلق رکھنے والے مشرکین، جوابت نک ایمان نہیں لائے تھے۔
- ۳۔

(الف) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق سے آپ ﷺ کو جن مسائل کا سامنا تھا ان کی توضیح یہ ہے کہ ان کے لیے مدینے کے حالات کے کے حالات سے مختلف طور پر مختلف تھے۔ کی میں اگرچہ ان کا کلمہ ایک تھا اور ان کے مقاصد بھی ایک تھے مگر وہ خود مختلف گھروں میں بھروسے ہوتے تھے۔ اور بھروسہ و مقصود و مذہب اور ذیل و مکروہ تھے۔ ان کے ہاتھ میں کسی طرح کا کوئی اختیار نہ تھا۔ سارے اختیارات دشمنانِ دین کے ہاتھوں میں تھے اور دنیا کا کوئی بھی انسانی معاشرہ جن اجراء اور لوازمات سے قائم ہوتا ہے لکھ کے مسلمانوں کے پاس وہ اجزاء سرے سے تھے، ہی نہیں کہ ان کی دنیا دپرسی نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ کمی سورتوں میں صرف اسلامی مبادیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور صرف ایسے احکامات تازل کئے گئے ہیں جن پر ہر آدمی نہ ہا عمل کر سکتا ہے۔ اس کے

علاوہ نیکی بھلائی اور مکاریم اخلاق کی تغییب دی گئی ہے اور رذائل و ذمیل کاموں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اس کے بخلاف مدینے میں مسلمانوں کی زمام کا رپطہ ہی دن سے خود ان کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ ان پر کسی دوسرے کا تسلط نہ تھا اس لیے اب وقت آگیا تھا کہ مسلمان تہذیب و عمرانیات، معاشریات و اقتصادیات، سیاست و حکومت اور صلح و جنگ کے مسائل کا سامنا کریں اور ان کے لیے حلال و حرام اور عبادات و اخلاق وغیرہ مسائل زندگی کی بھروسہ تشقیح کی جائے۔ وقت آگیا تھا کہ مسلمان ایک نیا معاشرہ یعنی اسلامی معاشرہ تشكیل کریں جو زندگی کے تمام مظلومین میں جاہلی معاشرے سے مختلف اور عالم انسانی کے اندر موجود کسی بھی دوسرے معاشرے سے ممتاز ہو اور اس دعوبتِ اسلامی کا نامانہ ہو جویں کی راہ میں مسلمانوں نے تیرہ سال تک طرح گھصیتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔

ظاہر ہے اس طرح کے کسی معاشرے کی تشكیل ایک دن، ایک ہیئت یا ایک سال میں نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لیے یک طویل مدت درکار ہوتی ہے تاکہ انہیں آہستہ آہستہ اور درجہ بدرجہ احکام صادر کئے جائیں۔ اور قانون سازی کا کام مشق و تربیت اور عملی نفاذ کے ساتھ ساتھ مکمل کیا جائے۔ اب جہاں تک احکام و قوانین صادر اور فراہم کرنے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ اخود اس کا کفیل تھا اور جہاں تک ان احکام کے نفاذ اور مسلمانوں کی تربیت و رہنمائی کا معاملہ ہے تو اس پر رسول اللہ ﷺ اممور تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

**هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَّاتِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ أَيْتِهِ وَيُزَكِّيهِ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (۲۰:۶۲)**

”وہی ہے جس نے ایسوں میں خدا نہیں کے اندر سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک و صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکومت سکھاتا ہے اور یہ لوگ یقیناً پہلے کھلی گرا ہی میں تھے۔“

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف ہم تون متوجہ رہتے اور جو حکم صادر ہوتا اس سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے خوشی عجوں کرتے جیسا کہ ارشاد ہے:

.. وَإِذَا ثُلِيتَ عَلَيْهِمْ أَيْتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا ۝ (۲۰:۸)

جب ان پر اللہ کی آیات ملاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔
چونکہ ان سارے مسائل کی تفصیل ہمارے موضوع میں داخل نہیں اس لیے ہم اس پر بقدر
ضد رت گفتگو کریں گے۔

بہر حال یہی سب سے غنیمہ مسئلہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے تعلق سے درپیش
تھا اور بڑے پیمانے پر یہی دعوتِ اسلامیہ اور رسالتِ محمدیہ کا مقصود بھی تھا۔ یہی کوئی ہنگامی
مسئلہ نہ تھا بلکہ اور دوسری تھا۔ البتہ اس کے علاوہ کچھ دوسرے مسائل بھی تھے جو فرمی توجہ کے طالب
تھے۔ جن کی مختصر کیفیت یہ ہے :

مسلمانوں کی جماعت میں دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو خود اپنی زمین، اپنے مکان
اور اپنے اموال کے اندر رہ رہے تھے اور اس بارے میں ان کو اس سے زیادہ فکر نہ تھی جتنی
کسی آدمی کو اپنے اہل و عیال میں امن و سکون کے ساتھ رہتے ہوئے کرنی پڑتی ہے۔ یہ انصار کا
گروہ تھا اور ان میں پشتہ پاشت سے باہم بڑی مشکم عداوتیں اور نفرتیں چلی آ رہی تھیں۔ ان کے پہلو بپو
دوسرਾ گروہ مہاجرین کا تھا جو ان ساری سہولتوں سے محروم تھا اور لست پڑت کر کسی نہ کسی طرح قریب
تقدير مدینہ پہنچ گیا تھا۔ ان کے پاس نہ تورہنخے کے لیے کوئی شکانہ تھا نہ پیٹ پالنے کے لیے کوئی کام
اور نہ سرے کے کسی قسم کا کوئی مال جس سپران کی میہشت کا ڈھانچہ کھڑا ہو سکے، پھر ان پناہ گیر مہاجرین
کی تعداد کوئی معمولی بھی نہ تھی اور ان میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا تھا کیونکہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو کوئی
اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہبہت کر کے مدینہ آ جائے؟ اور معلوم ہے
کہ مدینے میں نہ کوئی بڑی دولت تھی نہ آمدی کے ذرائع وسائل۔ چنانچہ مدینے کا اقتصادی توازن بگڑ
گیا اور اسی تعلیٰ ترشی میں اسلام وہمن طائفوں نے بھی مدینے کا تقریباً اقتصادی باستکاٹ کر دیا جس سے
درآمدات بند ہو گئیں اور حالات انتہائی نسلگیں ہو گئے۔

(رب) دوسری قوم دینی مدینے کے اصل مشترک باشندوں — کا حال یہ تھا کہ انہیں مسلمانوں پر کوئی
بالادستی حاصل نہ تھی۔ کچھ مشترکین شک و شبہ میں مبتلا تھے اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے میں تردد
محسوس کر رہے تھے، یہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں کوئی عداوت اور داؤ گھات
نہیں رکھ رہے تھے۔ اس طرح کے لوگ تھوڑے ہی عرصے بعد مسلمان ہو گئے اور خالص اور پچکے
مسلمان ہوئے۔

اس کے بخلاف کچھ مشرکین ایسے تھے جو اپنے سینے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ وعداوت چھپائے ہوئے تھے لیکن انہیں مُرِّتَقَابِ آنے کی عربات نہ تھی بلکہ حالات کے سپسِ نظر آپ ﷺ سے محبت و خلوص کے اظہار پر مجبور تھے۔ ان میں سرفہرست عبد اللہ بن ابی ابی سلول تھا، یہ وہ شخص ہے جس کو جنگ بُعاثَت کے بعد اپنا سربراہ بنانے پر اوس و غدرِ حج نے اتفاق کر لیا تھا حالانکہ اس سے قبل دونوں فرقی کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوئے تھے لیکن اب اس کے یہ منگوں کا تاج تیار کیا جا رہا تھا تاکہ اس کے سرپر ناج شاہی رکھ کر اس کی باقاعدہ بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے، یعنی یہ شخص مدینے کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی آمد آمد ہو گئی اور لوگوں کا رُخ اس کے بجائے آپ ﷺ کی طرف ہو گیا اس یہ اسے احکام تھا کہ آپ ہی نے اس کی بادشاہت چھینی ہے، لہذا وہ اپنے نہایت خاتمَ دل میں آپ کے خلاف سخت وعداوت چھپائے ہوئے تھا۔ اس کے باوجود جب اس نے جنگِ بدرا کے بعد دیکھا کہ حالات اس کے موافق نہیں ہیں اور وہ شرک پر قائم رہ کر اب دنیاوی فوائد سے بھی محروم ہو جاؤ چاہتا ہے تو اس نے بظاہر قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا ہے لیکن وہ اب بھی درپرده کافر ہی تھا اسی لیے جب بھی اسے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف کسی شرارت کا موقع ملا وہ ہرگز نہ چوکتا۔ اس کے ساتھی عموماً وہ رُؤسائے تھے جو اس کی بادشاہت کے زیر سایہ بڑے بڑے مناصب کے حصول کی توجیہ باندھے بیٹھے تھے گرائب نہیں اس سے محروم ہو جانا پڑا تھا، یہ لوگ اس شخص کے شرکیہ کا رہتے اور اس کے منصوبوں کی تکمیل میں اس کی مدد کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے بسا اوقات نوجوانوں اور سادہ بیوی مسلمانوں کو بھی اپنی چاکر بندتی سے اپنا آلہ کا ربانی لیتے تھے۔

(رج) تیسرا قوم یہود تھی۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ یہ لوگ اشوری اور رومی ظلم و جبر سے بھاگ کر جہاز میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ یہ درحقیقت بُعاثَت تھے لیکن جہاز میں پناہ گزیں ہونے کے بعد ان کی وضع قطع، زبان اور تہذیب وغیرہ بالکل عربی زبان میں رنگ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے قبیلوں اور افراد کے نام بھی عربی ہو گئے تھے اور ان کے اور عربوں کے آپس میں شادی بیویوں کے رشتے بھی تھے بلکہ اپنی اسرائیلی۔ یہودی۔ قویت پر فخر کرتے تھے اور عربوں کو انتہائی حقیر سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں اُتی کہتے تھے جس کا مطلب ان کے زدیک یہ تھا؛ بدھو، وحشی، زدیل اپسانہ اور اچھو۔

ان کا عقیدہ تھا کہ عربوں کا مال ان کے لیے بساح ہے، جیسے چاہیں کھاتیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

.. قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمَّةِ پِينَ سَبِيلٌ ﴿٥٥:٢١﴾

”اپنے نے کہا ہم پر ایمیوں کے معاملے میں کوئی راہ نہیں“

یعنی ایمیوں کا مال کھاتے میں ہماری کوئی پکڑنیس۔ ان یہودیوں میں اپنے دین کی اشاعت کے لیے کوئی سرگرمی نہیں پائی جاتی تھی۔ لے دے کر ان کے پاس دین کی جو پونجی رہ گئی تھی وہ تھی فال گیری، جادو اور بھاڑپونک وغیرہ۔ انہیں چیزوں کی بدولت وہ اپنے آپ کو صاحبِ عالمِ فضل اور روحانی قائد و پیشوائ سمجھتے تھے۔

یہودیوں کو دولت کمانے کے فنون میں بڑی ہمارت تھی۔ غلتے، کھجور، شراب، اور کپڑے کی تجارت انہیں کے باخندہ میں تھی۔ یہ لوگ غلتے، کپڑے اور شراب درآمد کرتے تھے اور کھجور برآمد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے مختلف کام تھے جن میں وہ سرگرم رہتے تھے۔ وہ اپنے اموال تجارت میں عربوں سے دو گناہ میں گناہ منافع لیتے تھے اور اسی پر بس نزکتے تھے بلکہ وہ سودخوار بھی تھے۔ اس لیے وہ عرب شیوخ اور سداروں کو سودی قرض کے طور پر بڑی بڑی رقمیں دیتے تھے جنہیں یہ سدار حصولِ ثہرات کے لیے اپنی مرح سرائی کرنے والے شرعاً وغیرہ پر بالکل فضول اور بے دریخ خرچ کر دیتے تھے۔ ادھر یہود ان رقموں کے عوض ان سداروں سے ان کی زمینیں، کھیتیاں اور باغات وغیرہ گروکھوایتے تھے اور چند سال گزرتے گزرتے ان کے لاک بن بیٹھتے تھے۔

یہ لوگ دسیسے کاریوں، سازشوں اور جنگ و فساد کی آگ بھڑکانے میں بھی بڑے ماہر تھے۔ اسی باریکی سے ہمسایہ قبائل میں دشمنی کے نیچ بوتے اور ایک کو دسرے کے خلاف بھڑکاتے کر ان قبائل کو احساس نہ کر رہوتا۔ اس کے بعد ان قبائل میں یہ جنگ برپا رہتی اور اگر خدا نخواست جنگ کی یہ آگ سرد پڑتی دکھاتی دینی تو یہود کی خنیہ انگلیاں پھر حرکت میں آ جاتیں اور جنگ پھر بیڑک اٹھتی۔ کمال یہ تھا کہ یہ لوگ قبائل کو لڑا بھڑا کر چپ چاپ کارے بیٹھ رہتے اور عربوں کی تباہی کا تماش دیکھتے۔ البتہ بھاری بھر کم سودی قرض دیتے رہتے تاکہ سرمائے کی کمی کے سبب لڑائی بند نہ ہونے پائے اور اس طرح وہ دوسرانے لفظ کماتے رہتے۔ ایک طرف اپنی یہودی جمیعت کو محفوظ رکھتے اور دوسری طرف سود کا بازار ٹھنڈا نہ پڑنے دیتے بلکہ سود در سود کے ذریعے بڑی بڑی دولت کماتے۔

شرب میں ان یہود کے تین مشہور قبیلے تھے۔

- ۱۔ بنو قنیفہ - یہ غُرَّرَج کے حلیف تھے اور ان کی آبادی مدینہ کے اندر ہی تھی۔
- ۲۔ بنو نضیر -
- ۳۔ بنو قزْلَبَه - یہ دونوں قبیلے اوس کے حلیف تھے اور ان دونوں کی آبادی مدینہ کے اطراف میں تھی۔

ایک مدت سے یہی قبائل اوس وغُرَّرَج کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکا رہے تھے اور جنگ بُعاشر میں اپنے اپنے حلیفوں کے ساتھ خود بھی شرکیں ہوتے تھے۔

فطری بات ہے کہ ان یہود سے اس کے سوا کوئی اور موقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ یہ اسلام کو بعض وعداوت کی نظر سے دیکھیں گیونکہ پیغمبر ان کی نسل سے نہ تھے کہ ان کی نسل عصیت کو، جو ان کی نفیاں اور ذہنیت کا جزو لائیں گی، سکون ملتا۔ پھر اسلام کی دعوت ایک صالح دعوت تھی جو ٹوٹے دلوں کو جوڑتی تھی۔ بعض وعداوت کی آگ بھاتی تھی تمام معاملات میں امانتاری برتنے اور پاکیزہ اور حلال مال کھانے کی پابندیاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب یثرب کے قبائل آپس میں بھڑک جائیں گے اور ایسی صورت میں لازماً وہ یہود کے پیشوں سے آزاد ہو جائیں گے؛ لہذا ان کی تاجرا نہ سرگرمی ماند پڑ جائے گی اور وہ اس سودی دولت سے محروم ہو جائیں گے جس پر ان کی مالداری کی چکی گردش کر رہی تھی بلکہ یہی اندریشہ تھا کہ کہیں یہ قبائل بیدار ہو کر اپنے حساب میں وہ سودی اموال بھی داخل نہ کر لیں جنہیں یہود نے ان سے بلا عرض حاصل کیا تھا اور اس طرح وہ ان زمینوں اور بیاعات کو وہ آپس نے لیں جنہیں سود کے ضمن میں یہودیوں نے ہتھیا لیا تھا۔

جب سے یہود کو معلوم ہوا تھا کہ اسلامی دعوت یثرب میں اپنی جگہ بنانا چاہتی ہے تب ہی سے انہوں نے ان ساری باتوں کو اپنے حساب میں داخل کر رکھا تھا۔ اسی یہ یثرب میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے وقت ہی سے یہود کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت وعداوت ہو گئی تھی؛ اگرچہ وہ اُس کے منظہر سے کی جسارت خاصی مدت بعد کر سکے۔ اس کیفیت کا یہیت صاف صاف پتا ابین اسحاق کے بیان کے ہوئے ایک واقعے سے لگتا ہے۔

ان کا ارشاد ہے کہ مجھے اُمّ المُؤمنِین حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہْ وَسَلَّمَ بنتِ مُحَمَّدؓ بن اَخْطَبؓ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مل ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے اپنے والد اور چچا ایسا سرکی نگاہ میں اپنے والد کی سب سے چھیتی او لا د تھی۔ میں چچا اور والد سے جب کبھی ان کی کسی بھی اولاد کے ساتھ ملتی تو وہ اس کے بھارتے مجھے ہی اٹھاتے۔

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے اور قبایل بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزول فرمائے تو میرے والد محیی بن اخطب اور میرے چھپا ابویار آپ ﷺ کی خدمت میں صبح ترکے حاضر ہوتے اور غروب آفتاب کے وقت واپس آتے۔ بالکل تھکے ماندے، گرتے پڑتے لٹکھاتی چال پلتے ہوئے۔ میں نے حسب معمول چپک کر ان کی طرف دوڑ لگائی، لیکن انہیں اس قدر غم تھا کہ جندادونوں میں سے کسی نے بھی میری طرف التفات نہ کیا اور میں نے اپنے چھپا کو سنا وہ میرے والد محیی بن اخطب سے کہہ رہے تھے۔

کیا یہ وہی ہے؟

انہوں نے کہا، ماں! خدا کی قسم۔

چھانے کہا، آپ انھیں ٹھیک ٹھیک پہچان رہے ہیں؟
والد نے کہا، ماں!

چھانے کہا، تواب آپ کے دل میں ان کے متعلق کیا ارادے ہیں؟
والد نے کہا، عدالت۔ خدا کی قسم۔ جب تک زندہ رہوں گا۔ لہ
اسی کی شہادت صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ملتی ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ موصوف ایک نہایت بلند پایہ یہودی علم تھے۔ آپ کو جب بنو الجمار میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف اوری کی خبر ملی تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں بعجلت تمام حاضر ہوتے اور چند سوالات پیش کئے جنہیں صرف نبی ہی جانتا ہے اور جب نبی ﷺ کی طرف سے ان کے جوابات سننے تو وہیں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ سے کہا کہ یہود ایک بہتان باز قوم ہے۔ اگر انہیں اس سے قبل کہا پھر دریافت فرمائیں، میرے اسلام لانے کا پتا لگ گیا تو وہ آپ کے پاس مجھ پر بہتان تراشیں گے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے یہود کو ملا کیجوا و ملتے۔ اور ادھر عبد اللہ بن سلام گھر کے اندر چھپ گئے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ عبد اللہ بن سلام تمہارے اندر کیسے آدمی ہیں؟۔ انہوں نے کہا، "ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے ہیں۔" ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے سردار

ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے ہیں، اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل آدمی کے بیٹے ہیں — رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر عبد اللہ مسلمان ہو جائیں تو؟ یہود نے دو یا تین بار کہا، اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ آمد ہوتے اور فرمایا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدًا رسول الله ریس گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یہیں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اتنا سننا تھا کہ یہود بول پڑے: شَرُّنَا وَ أَبْنُنَا شَرِّنَا۔ ”یہ ہمارا سب سے بُرُّ آدمی ہے اور سب سے بُرُّے آدمی کا بیٹا ہے“ اور راسی وقت) ان کی برائیاں شروع کر دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے جماعت یہود اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم لوگ جانتے ہو کر آپ ﷺ کے رسول ہیں اور آپ حق لے کر تشریف لاتے ہیں۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہوئے یہ پہلا تجربہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو یہود کے متعلق حاصل ہوا۔ اور مدینے میں داخلے کے پہلے ہی دن حاصل ہوا۔

یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا یہ مدینے کے داخلي حالات سے متعلق تھا۔ بیرونِ مدینہ مسلمانوں کے سب سے کڑے شمن قریش تھے اور تیرہ سال تک جب کہ مسلمان ان کے زیر دست تھے، دہشت چنان، دھمکی دینے اور تنگ کرنے کے تمام تھنکڑے استعمال کر چکے تھے۔ طرح طرح کی سختیاں اور مظالم کر چکے تھے منظم اور وسیع پروپگنڈے اور نہایت صبر آزمائیا تی حریبے استعمال میں لا چکے تھے۔ پھر جب مسلمانوں نے مدینہ پر ہجرت کی تو قریش نے ان کی زمینیں، مکانات اور مال و دولت سب کچھ خبیط کر لیا اور مسلمانوں اور ان کے اہل و عیال کے درمیان رکاوٹ بن کر کھٹے ہو گئے؛ بلکہ جس کو پا سکے قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں دیں، پھر اسی پرسنس نزدیکی بلکہ سریا و دعوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے اور آپ ﷺ کی دعوت کو نسخ و بنی سے الھاڑنے کے

یہ خوفناک سازشیں کیں اور اسے رُوبہ عمل لانے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں یا یہ جب مسلمان کسی طرح بچا کر کوئی پانچ سو کیلو میٹر دُور مدینہ کی سر زمین پر جا پہنچے تو قریش نے اپنی ساکھ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گھناؤ نیا سی کردار انجام دیا۔ یعنی یہ چونکہ حرم کے باشدے اور بیت اللہ کے پڑوسی تھے اور اس کی وجہ سے انہیں اہل عرب کے درمیان فرنی قیادت اور دُنیاوی ریاست کا منصب حاصل تھا اس لیے انہوں نے جزیرۃ العرب کے دوسرے شرکین کو بھڑکا اور وغلا کر مدینہ کا تقریباً مکمل یا تکاث کر دیا جس کی وجہ سے مدینہ کی درآمدات نہایت محصرہ گئیں جب کہ دہائیں ہباجریں پناہ گیروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ درحقیقت مکتبے کے ان سرکشوں اور مسلمانوں کے اس نئے وطن کے درمیان حالت جنگ قائم ہو چکی تھی اور یہ نہایت احمقانہ بات ہے کہ اس جھکڑے کا اذام مسلمانوں کے سرڈا لاجاتے۔

مسلمانوں کو حق پہنچتا تھا کہ جس طرح ان کے اموال ضبط کئے گئے تھے اسی طرح وہ بھی ان سرکشوں کے اموال ضبط کریں جس طرح انہیں تیا یا گیا تھا اسی طرح وہ بھی ان سرکشوں کو تباہیں، اور جس طرح مسلمانوں کی زندگیوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کی گئی تھیں اسی طرح مسلمان بھی ان سرکشوں کی زندگیوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کریں اور ان سرکشوں کو "جیسے کوئی" والا بدل دیں تاکہ انہیں مسلمانوں کو تباہ کرنے اور بین و بن سے اکھاڑنے کا موقع نہ مل سکے۔

یہ تھے وہ قہنا یا اور مسائل جن سے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ تشریف لانے کے بعد بیشیت رسول وہادی اور امام و فائدہ و اسطہ درپیش تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان تمام مسائل کے تینیں مدینہ میں پہنچا رہ کردار اور فائدہ نہ رول ادا کیا اور جو قوم زمی و مجنت یا سختی و درشتی جس سلوک کی مستحق تھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کر رحمت و محبت کا پہلو سختی اور درشتی پر غالب تھا، یہاں تک کہ چند برسوں میں زمام کار اسلام اور اہل اسلام کے ہاتھ آگئی۔ اگلے صفحات میں انہی باتوں کی تفصیلات ہدیہ قارئین کی جائیں گی۔



مدینہ لوقت ایجڑت

